© rasailojaraid.com

کسی طاقت اور دشمن کی پیہم ضربات نے اتار دیا ہو، انہوں نے اپنی شکست اور فرنگیوں کی فتح کے اسباب پر غور کرنا شروع کیا، لیکن ابھی دماغ درست نہیں ہوا تھا۔ گو نشہ اتر گیا تھا، مگر عقل کا توازن ابھی تک بگڑا ہوا تھا۔ ایک طرف ذلت کا شدید احساس تھا جو اس حالت کو بدل دینے پر اصرار کر رہا تھا۔ دوسری طرف صدیوں کی آرام طلبی اور سہولت پسندی تھی جو تبدیل حالت کا سب سے آسان اور سب سے زیادہ قریب کا راستہ ڈھونڈھنا چاہتی تھی۔ تیسری طرف سمجھ بوجھ اور غور و فکر کی زنگ خوردہ قوتیں تھیں جن سے کام لینے کی عادت سالہا سال سے چھوٹی ہوئی تھی۔ چوتھی جانب مرعوبیت اور دہشت زدگی تھی جو ہر شکست خوردہ غلام قوم میں فطرۃً پیدا ہو جاتی ہے۔ ان سب چیزوں نے مل جل کر اصلاح پسند مسلمانوں کو بہت سی عقلی اور عملی گمراہیوں میں مبتلا کر دیا۔ ان میں سے اکثر تو اپنی پستی اور یورپ کی ترقی کے حقیقی اسباب سمجھ ہی نہ سکے اور جنہوں نے ان کو سمجھا، ان میں بھی اتنی ہمت، جفاکشی، اور مجاہدانہ اسپرٹ نہ تھی کہ ترقی کے دشوار گذار راستوں کو اختیار کرتے۔ مرعوبیت اس پر مستزاد تھی جس میں دونوں گروہ برابر کے شریک تھے۔ اس بگڑی ہوئی ذہنیت کے ساتھ ترقی کا سہل ترین راستہ جو ان کو نظر آیا وہ یہ تھا کہ مغربی تہذیب و تمدن کے مظاہر کا عکس اپنی زندگی میں اتار لیں اور اس آئینہ کی طرح بن جائیں جس کے اندر باغ و بہار کے مناظر تو سب کے سب موجود ہوں مگر درحقیقت نہ باغ ہو، نہ بہار۔

ذہنی غلامی | یہی بحرانی کیفیت کا زمانہ تھا جس میں مغربی لباس، مغربی معاشرت، مغربی آداب و اطوار حتیٰ کہ چال ڈھال اور بول چال تک میں مغربی طریقوں کی نقل اتاری گئی، اسلامی سوسائٹی کو مغربی سانچوں میں ڈھالنے کی کوششیں کی گئیں۔ الحاد، دہریت اور مادہ پرستی کو فیشن کے طور پر بغیر سمجھے بوجھے قبول کیا گیا۔ ہر وہ پختہ یا خام تخیل جو مغرب سے آیا، اس پر ایمان بالغیب لانا اور اپنی مجلسوں میں اس کو موضوع بحث بنانا روشن خیالی کا لازمہ سمجھا گیا۔ شراب، جوا، لاٹری، ریس، تھیٹر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رقص و سرود اور مغربی تہذیب کے دوسرے ثمرات کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ معاشرت، تمدن، اخلاق، معیشت، سیاست، قانون حتیٰ کہ مذہب کے متعلق بھی جتنے مغربی نظریات یا عملیات تھے ان کو کسی تنقید اور کسی فہم و تدبر کے بغیر اس طرح تسلیم کر لیا گیا کہ گویا وہ آسمان سے اتری ہوئی وحی ہیں جن پر سمعنا و اطعنا کہنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔ اسلامی تاریخ کے واقعات، اور اسلامی شریعت کے احکام، اور قرآن و حدیث کے بیانات میں سے جس جس چیز کو اسلام کے پرانے دشمنوں نے نفرت یا اعتراض کی نگاہ سے دیکھا اس پر مسلمانوں کو بھی شرم آنے لگی، اور انہوں نے کوشش کی کہ اس داغ کو کسی طرح دھو ڈالیں۔ انہوں نے جہاد پر اعتراض کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور بھلا ہم کہاں اور جہاد کہاں؟ انہوں نے غلامی پر اعتراض کیا۔ انہوں نے کہا کہ غلامی تو ہمارے ہاں بالکل ہی ناجائز ہے۔ انہوں نے تعداد ازدواج پر اعتراض کیا۔ انہوں نے قرآن کی ایک آیت پر خط نسخ پھیر ڈالا۔ انہوں نے کہا کہ عورت اور مرد میں کامل مساوات ہونی چاہیے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہی ہمارا مذہب بھی ہے۔ انہوں نے قوانین نکاح و طلاق پر اعتراضات کیے۔ یہ ان سب میں ترمیم کر دینے پر تل گئے۔ انہوں نے کہا کہ سود کی حرمت معاشی اصول کے بالکل خلاف ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں تو صرف سود در سود حرام ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام آرٹ کا دشمن ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام ہمیشہ سے ناچ گانے اور مصوری و بت تراشی کی سرپرستی کرتا رہا ہے۔

مسئلہ حجاب کی ابتدا اسلام کی تاریخ میں یہ دور سب سے زیادہ شرمناک ہے، اور یہی دور ہے جس میں پردے کا مسئلہ پیدا ہوا ہے۔ اگر سوال محض اس قدر ہوتا کہ اسلام میں عورت کے لیے آزادی کی کیا حد مقرر کی گئی ہے تو جواب کچھ بھی مشکل نہ ہوتا۔ زیادہ سے زیادہ جو اختلاف اس باب میں پایا جاتا ہے وہ محض اس حد تک ہے کہ چہرہ اور ہاتھ کھولنا جائز ہے یا نہیں، اور یہ کوئی اہم اختلاف نہیں ہے۔ لیکن دراصل یہاں معاملہ کچھ اور ہے۔ مسلمانوں میں یہ مسئلہ اس لیے پیدا ہوا ہے کہ یورپ نے

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"حرم" اور پردہ و نقاب کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھا، اپنے لٹریچر میں اس کی نہایت گھناونی اور مضحکہ انگیز تصویریں کھینچیں، اور اسلام کے عیوب کی فہرست میں عورتوں کی "قید" کو نمایاں جگہ دی اب کیونکر ممکن تھا کہ مسلمانوں کو حسب دستور اس چیز پر بھی شرم نہ آنے لگتی۔ انہوں نے جو کچھ جہاد اور غلامی اور تعدد ازدواج اور سود اور ایسے ہی دوسرے مسائل میں کیا تھا وہی اس مسئلہ میں بھی کیا، قرآن اور حدیث اور اجتہادات ائمہ کی ورق گردانی محض اس غرض سے کی گئی کہ وہاں اس "بدنما داغ" کو دھونے کے لیے کچھ سامان ملتا ہے یا نہیں۔ معلوم ہوا کہ بعض ائمہ نے ہاتھ اور منہ کھولنے کی اجازت دی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت اپنی ضروریات کے لیے گھر سے باہر بھی نکل سکتی ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ عورت میدان جنگ میں سپاہیوں کو پانی پلانے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کے لیے بھی جا سکتی ہے مسجدوں میں نماز کے لیے جانے اور علم سیکھنے اور درس دینے کی بھی گنجائش پائی گئی۔ بس اتنا مواد کافی تھا۔ دعویٰ کر دیا گیا کہ اسلام نے عورت کو پوری آزادی عطا کی ہے۔ پردہ محض ایک جاہلانہ رسم ہے جس کو تنگ نظر اور تاریک خیال مسلمانوں نے قرون اولیٰ کے بہت بعد اختیار کیا ہے۔ قرآن اور حدیث پردہ کے احکام سے خالی ہیں۔ ان میں تو صرف شرم و حیا کی اخلاقی تعلیم دی گئی ہے، کوئی ایسا ضابطہ نہیں بنایا گیا جو عورت کی نقل و حرکت پر کوئی قید عائد کرتا ہو۔

اصل محرکات انسان کی یہ فطری کمزوری ہے کہ اپنی زندگی کے معاملات میں جب وہ کوئی مسلک اختیار کرتا ہے تو عموماً اس کے انتخاب کی ابتدا ایک جذباتی غیر عقلی رجحان سے ہوتی ہے، اور اس کے بعد وہ اپنے اس رجحان کو معقول ثابت کرنے کے لیے عقل و استدلال سے مدد لیتا ہے۔ پردے کے معاملہ میں ایسی ہی صورت پیش آئی ہے۔ اس کی ابتدا کسی عقلی یا شرعی ضرورت کے احساس سے نہیں ہوئی، بلکہ اس رجحان سے ہوئی ہے جو ایک غالب قوم کے خوشنما تمدن سے متاثر ہونے، اور اسلامی تمدن کے خلاف اس قوم کے پروپیگنڈا سے مرعوب ہو جانے کا نتیجہ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمارے اصلاح طلب حضرات کی ذہنی کیفیت سے آپ اوپر روشناس ہو چکے ہیں۔ اس ذہنیت کے ساتھ جب انہوں نے فرنگی عورتوں کی زینت و آرایش اور ان کی آزادانہ نقل و حرکت، اور فرنگی معاشرت میں ان کی سرگرمیوں کو دیکھا تو اضطراری طور پر ان کے دلوں میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ ہماری عورتیں بھی اسی روش پر چلیں تاکہ ہمارا تمدن بھی فرنگی تمدن کا ہم سر ہو جائے۔ پھر وہ آزادیِ نسواں، اور تعلیم اناث، اور مساواتِ مرد و زن کے ان جدید نظریات سے بھی متاثر ہوئے جو طاقتور استدلالی زبان اور شاندار طباعت کے ساتھ بارش کی طرح مسلسل ان پر برس رہے تھے۔ اس لٹریچر کی زبردست طاقت نے ان کی قوتِ تنقید کو ماؤف کر دیا اور ان کے وجدان میں یہ بات اتر گئی کہ ان نظریات پر ایمان بالغیب لانا اور تحریر و تقریر میں ان کی وکالت کرنا اور (بقید جرأت و ہمت) عملی زندگی میں بھی ان کو رائج کر دینا ہر اس شخص کے لیے ضروری ہے جو "روشن خیال" کہلانا پسند کرتا ہو اور "دقیانوسیت" کے بدترین الزام سے بچنا چاہتا ہو۔ اس پر مزید وہ جذبۂ شرم و ندامت تھا جو پردہ و نقاب کے خلاف یورپ کے پروپیگنڈا سے پیدا ہوا تھا۔

انیسویں صدی کے آخری زمانے میں آزادیِ نسواں کی جو تحریک مسلمانوں میں پیدا ہوئی اس کے اصلی محرک یہی جذبات و رجحانات ہیں۔ بعض لوگوں کے شعورِ خفی میں یہ جذبات چھپے ہوئے تھے اور ان کو خود بھی معلوم نہ تھا کہ دراصل کیا چیز انہیں اس تحریک کی طرف لے جا رہی ہے۔ یہ لوگ خود اپنے نفس کے دھوکے میں مبتلا تھے۔ دوسری طرف بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جن کو خود اپنے ان جذبات کا بخوبی احساس تھا، مگر انھیں اپنے اصلی جذبات کو ظاہر کرتے ہوئے شرم آتی تھی۔ یہ خود تو دھوکے میں نہ تھے لیکن انہوں نے دنیا کو دھوکا دینے کی کوشش کی۔ بہرحال دونوں گروہوں نے کام ایک ہی کیا اور وہ یہ تھا کہ اپنی تحریک کے اصل محرکات کو چھپا کر اس کو ایک جذباتی تحریک کے بجائے ایک عقلی تحریک بنانے کی کوشش کی۔ عورتوں کی صحت، ان کے عقلی و علمی ارتقاء، ان کے فطری اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیدائشی حقوق، ان کے معاشی استقلال، مردوں کے ظلم و استبداد سے ان کی رہائی، اور قوم کا نصف حصہ ہونے کی حیثیت سے ان کی ترقی پر پورے تمدن کی ترقی کا انحصار، اور ایسے ہی دوسرے حیلے جو براہ راست یورپ سے درآمد ہوئے تھے اس تحریک کی تائید میں پیش کیے گئے، تاکہ مسلمان دھوکے میں مبتلا ہوجائیں، اور ان پر یہ حقیقت نہ کھل سکے کہ اس تحریک کا اصل مقصد مسلمان عورت کو اس روش پر چلانا ہے جس پر یورپ کی عورت چل رہی ہے، اور نظام معاشرت میں اُن طریقوں کی پیروی کرنا ہے جو اس وقت فرنگی قوموں میں رائج ہیں۔

سب سے بڑا فریب | لیکن سب سے زیادہ شدید اور قبیح فریب جو اس سلسلہ میں دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن اور حدیث سے استدلال کرکے اس تحریک کو اسلام کے موافق ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے، حالانکہ دونوں کے مقاصد اور تنظیم معاشرت کے اصولوں میں زمین و آسمان کا بعد ہے۔ اسلام کا اصل مقصد جیسا کہ ہم آگے چل کر بتائیں گے، انسان کی شہوانی قوت (Sex energy) کو اخلاقی ڈسپلن میں لاکر اس طرح منضبط کرنا ہے کہ وہ آوارگی عمل اور ہیجان جذبات میں ضائع ہونے کے بجائے ایک پاکیزہ اور صالح تمدن کی تعمیر میں صرف ہو۔ برعکس اس کے مغربی تمدن کا مقصد یہ ہے کہ زندگی کے معاملات اور ذمہ داریوں میں عورت اور مرد کو یکساں شریک کیا جائے اور جنسی میلان کو ایسے فنون اور مشاغل میں استعمال کیا جائے جن سے کشمکش حیات کی تلخیاں لطف اور لذت میں تبدیل ہوجائیں۔ مقاصد کے اس اختلاف کا لازمی نتیجہ تنظیم معاشرت کے طریقوں میں بھی اسلام اور مغربی تمدن کے درمیان اصولی اختلاف ہے۔ اسلام اپنے مقصد کے لحاظ سے معاشرت کا ایسا نظام وضع کرتا ہے جس میں عورت اور مرد کے دوائر عمل بڑی حد تک الگ کردیے گئے ہیں۔ دونوں صنفوں کے آزادانہ اختلاط کو روکا گیا ہے اور ان تمام اسباب کا قلع قمع کیا گیا ہے جو اس نظم و ضبط میں برہمی پیدا کرتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں مغربی تمدن کے پیش نظر جو مقصد ہے اس کا طبعی اقتضا یہ ہے کہ دونوں صنفوں کے درمیان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے وہ تمام حجابات اٹھا دیے جائیں جو ان کے آزادانہ اختلاط اور تعامل میں مانع ہوں اور ان کو ایک دوسرے کے حسن اور صنفی کمالات سے لطف اندوز نہ ہونے دیتے ہوں۔

اب ہر صاحب عقل انسان اندازہ کر سکتا ہے کہ جو لوگ ایک طرف مغربی تمدن کی پیروی کرنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف اسلامی نظم معاشرت کے قوانین کو اپنے لیے حجت بناتے ہیں وہ کس قدر سخت فریب میں خود مبتلا ہیں یا دوسروں کو مبتلا کر رہے ہیں۔ اسلامی نظم معاشرت میں تو عورت کے لیے آزادی کی آخری حد یہ ہے کہ حسب ضرورت ہاتھ اور منہ کھول سکے اور اپنی حاجات کے لیے گھر سے باہر نکل سکے۔ مگر یہ لوگ اس آخری حد کو اپنے سفر کا نقطۂ آغاز بناتے ہیں، اور ان منازل کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں جہاں حیا اور شرم بالائے طاق رکھ دی جاتی ہے، ہاتھ اور منہ ہی نہیں بلکہ خوبصورت مانگ نکلے ہوئے سر، اور شانوں تک کھلی ہوئی بانہیں اور نیم عریاں سینے بھی نگاہوں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور جسم کے باقی ماندہ محاسن کو بھی ایسے باریک کپڑوں میں ملفوف کیا جاتا ہے جن میں سے ہر جاذب نظر چیز دیکھی جا سکتی ہے پھر ان لباسوں اور آرائشوں کے ساتھ محرموں کے سامنے نہیں بلکہ دوستوں کی محفلوں میں بیویوں بہنوں اور بیٹیوں کو لایا جاتا ہے اور ان کو غیروں کے ساتھ ہنسنے بولنے اور کھیلنے میں وہ آزادی بخشی جاتی ہے جو مسلمان عورت اپنے بھائیوں کے ساتھ بھی نہیں برت سکتی گھر سے نکلنے کی جو اجازت محض ضرورت کی قید اور کامل ستر پوشی و حیاداری کی شرط کے ساتھ دی گئی تھی اس کو جاذب نظر ساڑیوں اور نیم عریاں بلاؤزوں، اور بے باک نگاہوں کے ساتھ سڑکوں پر پھرنے، پارکوں میں ٹہلنے، ہوٹلوں کے چکر لگانے اور سینماؤں کی سیر کرنے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ عورتوں کو خانہ داری کے ماسوا زندگی کے دوسرے امور میں حصہ لینے کی جو مقید اور مشروط آزادی اسلام میں دی گئی تھی اس کو حجت بنایا جاتا ہے اس غرض کے لیے کہ مسلمان عورتیں بھی فرنگی عورتوں کی طرح حیات منزلی اور اس کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذمہ داریوں کو طلاق دے کر سیاسی معاشی اور عمرانی سرگرمیوں میں حصہ لیں، اور عمل کے ہر میدان میں مردوں کے ساتھ دوڑ دھوپ شروع کر دیں اس طرح اس پورے نظام معاشرت کو جو اسلام نے قائم کیا ہے بیخ و بن سے اکھاڑنے کی کوشش کیجاتی ہے اس کی جگہ ایک دوسرا نظام معاشرت اختیار کیا جاتا ہے جو اپنے اصول اور مقاصد میں اسلامی نظام معاشرت کی بالکل ضد ہے، اور پھر اس فعل کی تائید میں استدلال کیا جاتا ہے قرآن و حدیث سے اور یقین دلایا جاتا ہے کہ ہم یہ سب کچھ اسلامی قانون ہی کی پیروی میں کر رہے ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی دجل و تلبیس اور فریب و دغا کی مثال دنیا میں کوئی اور ہو سکتی ہے؟

مغربی معاشرت کے اصول

مغربی نظم معاشرت جس کی پیروی یہ لوگ کرنا چاہتے ہیں، اس کی بنیاد تین قاعدوں پر ہے۔

۱۔ عورتوں اور مردوں کی مساوات۔

۲۔ عورتوں کا معاشی استقلال۔

۳۔ دونوں صنفوں کا آزادانہ اختلاط۔

ان تین بنیادوں پر معاشرت کو از سر نو منظم کرنے کا تخیل اگرچہ انقلاب فرانس کے اثر سے پیدا ہوا تھا مگر عملاً یہ تنظیم انیسویں صدی کے وسط میں شروع ہوئی۔ جیسا کہ اس قسم کی تمام غیر متوازن اور غیر معتدل تنظیمات کا قاعدہ ہے، اس نئی تنظیم سے بھی ابتدا میں بہت خوشگوار نتائج ظاہر ہوے۔ عورتوں میں اعلیٰ تعلیم پھیلی۔ سوسائٹی میں ان کا مرتبہ جس کو مسیحیت نے بہت گرا دیا تھا، بلند ہوا بہت سے معاشرتی و تمدنی حقوق جو ان سے سلب کر لیے گئے تھے ان کو حاصل ہو گئے انہوں نے گھروں کو سنوارا۔ معاشرت میں نفاست پیدا کی۔ رفاہ عام کے بہت سے مفید کام انجام دیے۔ صحت عامہ کی ترقی بچوں کی تعلیم و تربیت، بیماروں کی خدمت اور سوسائٹی کے بدنصیب طبقوں کو پستی کے گڑھے سے نکالنے کی کوششوں میں ان کا حصہ ناقابل انکار رہے۔ لیکن اس کے بعد انسانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فطرت کے تقضیات جن کی طرف سے ابتداً میں آنکھیں بند کر لی گئی تھیں، اپنے طبیعی نتائج کے ساتھ رفتہ رفتہ ظاہر ہونے شروع ہوئے۔ ابتدائی مراحل سے گذرنے کے بعد عورتوں نے سیاست اور معیشت کے وسیع تر میدانوں میں قدم رکھا، اور اس خارزار کی طرف پیش قدمی شروع کی جس کو بیداری اناث اور حریت نسواں کے بہت خوشنما ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اب اس دور کا آغاز ہوا جس میں انتخابات کی جدوجہد، دفتروں اور کارخانوں کی ملازمتیں، تجارت، صنعت و حرفت اور آزاد پیشوں میں مردوں کے ساتھ مسابقت، کھیلوں اور ورزشوں کی دوڑ دھوپ، سوسائٹی کے تفریحی مشاغل میں ایک عنصر لطیف کی حیثیت سے شرکت، کلب اور اسٹیج اور رقص و سرود کی سرگرمیاں عورت کی زندگی کے اہم تر اجزاء بن گئیں، اور گھر کی تنظیم، حیات ازدواجی کی ذمہ داریاں، بچوں کی تربیت اور خاندان کی خدمت اس کے لائحہ عمل سے خارج ہوتی چلی گئی، یہاں تک کہ ان امور سے اس کی دلچسپی کم ہوتے ہوتے نفرت و استکراہ کی حد تک پہنچ گئی۔ اس دور کو محض ایک اتفاقی دور نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ طبیعی نتیجہ ہے ان اساسی قاعدوں کا جن پر معاشرت کے اس جدید نظم کی بنا رکھی گئی ہے۔ آپ خواہ اس کا ارادہ کریں یا نہ کریں، بہرحال یہ دور ہر اس تنظیم میں آئے گا جو ان بنیادوں پر قائم ہو۔

اصول مذکورہ کے نتائج عملی زندگی میں مذکورہ بالا اصول ثلاثہ کو نافذ کرنے سے جو نتائج ظاہر ہوئے ہیں وہ مختصراً حسب ذیل ہیں۔

۱۔ معاشی سیاسی اور اجتماعی سرگرمیوں میں عورت کے انہماک نے اس کو ان وظائف کی بجا آوری سے غافل کر دیا ہے جو فطرت نے اس کے اور صرف اسی کے سپرد کیے ہیں اور جن کی بجا آوری پر نہ صرف تمدن کے بقا، بلکہ نوع انسانی کے بقا کا انحصار ہے۔ عورت کی ذمہ داریوں اور دلچسپیوں کا دائرہ جتنا وسیع ہوتا جاتا ہے اتنا ہی عائلی زندگی (Family life

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے اس کا استکراہ اور ازدواجی ذمہ داریوں سے اس کا نفور اور افزائش نسل سے اس کا انحراف بھی بڑھتا جاتا ہے۔ خاندان جو دراصل تمدن کا سنگ بنیاد ہے منتشر ہو رہا ہے نکاح کا رشتہ جو تمدن کی خدمت میں مرد اور عورت کے تعاون کی صحیح صورت ہے کمزور ہوتا چلا جا رہا ہے گھر جو کبھی سکون اور راحت کی جنت تھے، دوزخ بنتے جا رہے ہیں۔ اور نسلوں کی افزائش کو برتھ کنٹرول اور اسقاط حمل اور قتل اولاد کے ذریعہ سے روکا جا رہا ہے۔

۲۔ عورت کے معاشی استقلال (Economic independece) نے اس کو مرد سے بے نیاز کر دیا ہے۔ وہ قدیم اصول کہ مرد کمائے اور عورت گھر کا انتظام کرے اب اس نئے قاعدے سے بدل گیا ہے کہ عورت اور مرد دونوں کمائیں، اور گھر کا انتظام بازار کے سپرد کر دیا جائے۔ اس انقلاب کے بعد دونوں کی زندگی میں بجز ایک شہوانی تعلق کے اور کوئی ایسا ربط باقی نہیں رہا جو ان کو ایک دوسرے سے وابستہ ہونے پر مجبور کرتا ہو، اور محض شہوانی خواہشات کو پورا کرنا کوئی ایسی ضرورت نہیں ہے جس کی خاطر وہ اپنے آپ کو ایک دائمی تعلق کی گرہ میں باندھنے اور ایک گھر بنانے پر آمادہ ہوں۔ جو عورت آزادی کے ساتھ اپنی روٹی آپ مہیا کرتی ہے اور اپنی تمام ضروریات کی خود کفیل ہے، اور اپنی زندگی میں کسی دوسرے کی حفاظت اور اعانت کی محتاج نہیں ہے وہ محض اپنی شہوانی خواہش کے لیے ایک شوہر کی بیوی بننے اور اپنے اوپر بہت سی قانونی اور اخلاقی پابندیاں عائد کر لینے اور ایک خاندان کی ذمہ داریوں کا بار سنبھالنے کے لیے کیوں مجبور ہو، درآنحالیکہ وہ اپنی اس خواہش کی تسکین کے لیے دوسرے آسان طریقے بھی اختیار کر سکتی ہے جن میں کسی قسم کی ذمہ داریاں اس پر عائد نہیں ہوتیں۔ آزادانہ شہوت رانی اب کوئی معیوب فعل نہیں رہا، دنیا ایسی عورت کو (Society woman) کے قابل فخر نام سے یاد کرتی ہے۔ اس کام میں اگر کوئی خطرہ ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو صرف حرامی بچے کی پیدائش کا ہے سو اس سے بچنے کے لیے برتھ کنٹرول کے ذرائع موجود ہیں۔ ان ذرائع کے باوجود اگر حمل ٹھیر جائے تو اس کو ساقط کیا جا سکتا ہے۔ اگر اسقاط میں بھی کامیابی نہ ہو تو بچے کو خاموشی کے ساتھ قتل کیا جا سکتا ہے۔ اگر جذبۂ مادری نے (جو ابھی بالکل فنا نہیں ہوا ہے) بچے کو ہلاک کرنے سے بھی روک دیا تو حرامی بچے کی ماں بن جانے میں بھی کوئی مضایقہ نہیں کیونکہ اب "کنواری ماں" کی حمایت میں اتنا پروپگنڈا ہو چکا ہے کہ سوسائٹی اس کو کچھ زیادہ نفرت کی نظر سے نہیں دیکھتی۔

یہ وہ چیز ہے جس نے مغربی معاشرت کی جڑیں ہلا دی ہیں۔ آج ہر ملک میں لاکھوں جوان عورتیں تجرد پسند ہیں جن کی زندگیاں آزاد شہوت رانی میں بسر ہو رہی ہیں۔ ان سے بہت زیادہ تعداد ان عورتوں کی ہے جو عارضی میلان کے اثر سے شادیاں کرتی ہیں۔ مگر چونکہ اب شہوانی تعلق کے سوا مرد اور عورت کے درمیان کوئی احتیاجی ربط باقی نہیں رہا ہے، نہ شوہر اپنی خانگی راحت کے لیے بیوی کا محتاج ہے اور نہ بیوی اپنی بسر اوقات کے لیے شوہر کی محتاج، اس لیے مناکحت کے رشتہ میں اب کوئی پائداری نہیں رہی۔ میاں اور بیوی ایک دوسرے سے بالکل بے نیاز ہو چکے ہیں آپس کے تعلقات میں کسی مراعات باہمی اور مدارات (Compromise) کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ایک ادنیٰ وجہ اختلاف اُن کو ایک دوسرے سے جدا کر دینے کے لیے کافی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر و بیشتر نکاحوں کا انجام طلاق یا تفریق پر ہوتا ہے۔ منع حمل اور اسقاط اور قتل اولاد کی کثرت اور حرامی بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد بھی بڑی حد تک اسی سبب کی رہین منت ہے۔ زنا اور امراض خبیثہ کی ترقی میں بھی اس کا دخل کچھ کم نہیں۔

۳۔ مردوں اور عورتوں کے آزادانہ اختلاط نے عورتوں میں حسن کی نمائش، عریانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور بے حیائی کو غیر معمولی ترقی دیدی ہے۔ جنسی میلان عورت اور مرد کی فطرت میں یکساں ودیعت کیا گیا ہے۔ اور دونوں صنفوں کے آزادانہ میل جول میں اس کا حد اعتدال سے بڑھ جانا یقینی ہے۔ ایسے ماحول میں ہر عورت اور ہر مرد میں فطرۃً یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ صنف مقابل کے لیے زیادہ سے زیادہ جاذب نظر بنے۔ یہ چیز ابتدا میں محض زینت و آرائش کی حد تک تھی۔ مگر رفتہ رفتہ اس نے عریانی کی صورت اختیار کر لی۔ عورتوں میں اپنے جسم کے پوشیدہ محاسن کو نمایاں کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ لباس مختصر ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ اس کو سینوں اور شانوں اور پنڈلیوں کے لیے مستقل طور پر جگہ خالی کر دینی پڑی مگر عورتوں کا شوقِ نمائشِ حسن اس حد پر بھی نہ ٹھیرا غسل کے لباس میں برہنگی نے اس سے آگے قدم بڑھایا اور اسٹیج پر تو ایک ذرا سے حصۂ جسم کے سوا پورا جسم برہنہ کر دیا گیا۔ عریانی کی نمائش نے "آرٹ" کی صورت اختیار کر لی۔ ادب کے نام سے بد ترین قسم کا فحش لٹریچر شائع ہونے لگا ننگی تصویریں بر سر عام فروخت ہونے لگیں۔ اور صنفی لٹریچر جو کبھی صرف طبی معلومات کے لیے لکھا جاتا تھا، ہر جوان مرد اور جوان عورت کے ہاتھوں میں پہنچنے لگا۔ فواحش اور امراض خبیثہ کی کثرت سب سے بڑھ کر اسی چیز کی منت کش بنے۔ جو لوگ ہر طرف سے شہوانی محرکات میں گھرے ہوئے ہوں جن پر ایک سخت ہیجان انگیز ماحول پوری طرح محیط ہو گیا ہو جن کے جذبات کو ہر آن ایک نئی تحریک اور ایک نئے اشتعال سے سابقہ پڑے، عریاں تصویریں، فحش لٹریچر، عشق و محبت کے فلم، ولولہ انگیز گانے، برانگیختہ کرنے والے ناچ، جن کے خون کو ہر وقت جوش میں لاتے رہیں، اور پھر جن کو آزادی کے ساتھ صنفِ مقابل سے ملنے کے مواقع بھی حاصل ہوں اور داعیات نفس کی تکمیل میں کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو وہ فرشتے نہیں ہیں کہ قعر دریا میں رہ کر بھی دامن تر نہ ہونے دیں

امریکہ کی مثال | یہ محض قیاسات نہیں ہیں، واقعات ہیں، ناقابل انکار حقائق ہیں۔ یہاں اس کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موقع نہیں کہ شہادت میں ان تمام ممالک کے حالات پیش کیے جاسکیں جنہوں نے یہ طرز معاشرت اختیار کیا ہے۔ اختصار کو مدنظر رکھکر ہم صرف امریکہ کو مثال میں پیش کریں گے۔ اگرچہ ایک غیر قوم کے عیوب بیان کرنا کوئی خوشگوار کام نہیں ہے، لیکن کسی طرز معاشرت کے اصولوں کی تنقید اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتی جب تک یہ نہ دیکھ لیا جائے کہ عملی زندگی میں ان اصولوں کے برتنے سے کیا نتائج رونما ہوئے ہیں۔

بچوں پر ماحول کے اثرات | جج بن لینڈسے (Ben Lindsey) جس کو ڈنور (Denver) کی عدالت جرائم اطفال (Juvenile Court) کا صدر رہونے کی حیثیت سے امریکہ کے نوجوانوں کی اخلاقی حالت سے واقف ہونے کا بہت زیادہ موقع ملا ہے اپنی کتاب (Revolt of Modrn Youth) میں لکھتا ہے کہ امریکہ میں بچے قبل از وقت بالغ ہونے لگے ہیں اور بہت کچی عمر میں ان کے اندر صنفی احساسات بیدار ہوجاتے ہیں ۳۱۳ لڑکیاں جن کے حالات کی تحقیق اس نے کی، ان میں سے ۲۶۵ ایسی تھیں جو گیارہ اور تیرہ برس کے درمیان عمر میں بالغ ہوچکی تھیں اور ان کے اندر ایسی صنفی خواہشات اور ایسے جسمانی مطالبات کے آثار پائے جاتے تھے جو ایک ۱۸ برس اور اس سے بھی زیادہ عمر کی لڑکی میں ہونے چاہئیں[1]۔ ڈاکٹر ایڈتھ ہوکر (Hooker) اپنی کتاب (Laws of sex) میں لکھتا ہے کہ نہایت مہذب اور دولت مند طبقوں میں بھی یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے کہ سات آٹھ برس کی لڑکیاں اپنے ہم عمر لڑکوں سے عشق و محبت کے تعلقات رکھتی ہیں جن کے ساتھ بسا اوقات مباشرت بھی ہوجاتی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ:-

"ایک سات برس کی چھوٹی سی لڑکی جو ایک نہایت شائستہ خاندان کی چشم و

---

[1] صفحہ ۸۲ تا ۸۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چراغ بھی خود اپنے بڑے بھائی اور اس کے چند دوستوں سے ملوث ہوی۔ ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ پانچ بچوں کا ایک گروہ جو دو لڑکیوں اور تین لڑکوں پر مشتمل تھا اور جن کے گھر پاس پاس واقع تھے باہم شہوانی تعلقات میں وابستہ پائے گئے اور انہوں نے دوسرے ہم سن بچوں کو بھی اس کی ترغیب دی۔ ان میں سب سے بڑے بچے کی عمر صرف دس سال تھی۔ ایک اور واقعہ ایک ۹ سال کی بچی کا ہے جو بظاہر بہت حفاظت سے رکھی جاتی تھی۔ اس بچی کو متعدد "عشاق" کی منظور نظر ہونے کا فخر حاصل تھا"۔[1]

بالٹیمور Baltimore کے ایک ڈاکٹر کی رپورٹ ہے کہ ایک سال کے اندر اس کے شہر میں ایک ہزار سے زیادہ ایسے مقدمات پیش ہوئے جن میں بارہ برس سے کم عمر کی لڑکیوں کے ساتھ مباشرت کی گئی تھی[2]

یہ پہلا ثمرہ ہے اس ہیجان انگیز ماحول کا جس میں ہر طرف جذبات کو برانگیختہ کرنے والے اسباب فراہم ہو گئے ہیں۔ امریکہ کا ایک مصنف لکھتا ہے کہ "ہماری آبادی کا اکثر و بیشتر حصہ آج کل جن حالات میں زندگی بسر کر رہا ہے وہ اس قدر غیر فطری ہیں کہ لڑکے اور لڑکیوں کو دس پندرہ برس کی عمر ہی میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ عشق رکھتے ہیں۔ اس کا نتیجہ نہایت افسوسناک ہے۔ اس قسم کی قبل از وقت صنفی دلچسپیوں سے بہت برے نتائج رونما ہو سکتے ہیں اور ہوا کرتے ہیں۔ ان کا کم سے کم نتیجہ یہ ہے کہ نوعمر لڑکیاں اپنے دوستوں کے ساتھ بھاگ جاتی ہیں یا کم سنی میں شادیاں کر لیتی ہیں۔ اور اگر محبت میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے تو خودکشی کر لیتی ہیں"۔

[1] صفحہ ۲۲۸

[2] صفحہ ۱۷۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعلیم کا مرحلہ اس طرح جن بچوں میں قبل از وقت صنفی احساسات بیدار ہو جاتے ہیں ان کے لیے پہلی تجربہ گاہ مدارس ہیں۔ مدرسے دو قسم کے ہیں۔ ایک قسم ان مدرسوں کی ہے جن میں ایک ہی صنف کے بچے داخل ہوتے ہیں۔ دوسری قسم ان مدرسوں کی جن میں تعلیم مخلوط ہے۔

پہلی قسم کے مدرسوں میں صحبت ہم جنس (Homo-sexuality) اور خود کاری (Masturbation) کی دبا پھیل رہی ہے، کیونکہ جن جذبات کو بچپن ہی میں بھڑکایا جا چکا ہے، اور جن کو مشتعل کرنے کے سامان فضا میں ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں، وہ اپنی تسکین کے لیے کوئی نہ کوئی صورت نکالنے پر مجبور رہیں۔ ڈاکٹر ہوکر لکھتا ہے کہ اس قسم کی تعلیم گاہوں، کالجوں، نرسوں کے ٹریننگ اسکولوں اور مذہبی مدرسوں میں ہمیشہ اس قسم کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں جن میں ایک ہی صنف کے دو فرد آپس میں شہوانی تعلق رکھتے ہیں اور صنف مقابل سے ان کی دلچسپی فنا ہو چکی ہے۔[1] ایک مرتبہ ایک مدرسہ کے ہیڈ ماسٹر نے بہم خاندانوں کو خفیہ طریقہ سے اطلاع دی کہ ان کے لڑکے اب مدرسہ میں نہیں رکھے جا سکتے کیونکہ ان میں "بداخلاقی کی ایک خوفناک حالت" کا پتہ چلا ہے۔[2] لاز آف سکس کے مصنف نے بکثرت واقعات ایسے بیان کیے ہیں جن میں لڑکیاں لڑکوں کے ساتھ اور لڑکے لڑکیوں کے ساتھ ملوث ہوئے اور دردناک انجام سے دوچار ہوئے۔ بعض دوسری کتابوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحبت ہم جنس کی وبا کس قدر کثرت سے پھیلی ہوئی ہے۔

اب دوسری قسم کے مدارس کو لیجیے جن میں لڑکیاں اور لڑکے ساتھ مل کر پڑھتے ہیں یہاں اشتعال کے اسباب بھی موجود ہیں اور اس کو تسکین دینے کے اسباب بھی جس

---

[1] Laws of sex P. 331

[2] Herself. by Dr Lowry. P.179

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیجان جذبات کی ابتدا بچپن میں ہوئی تھی یہاں پہنچکر اس کی تکمیل ہوجاتی ہے۔ بدترین قسم کا فحش لٹریچر نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے زیر مطالعہ رہتا ہے۔ عشقیہ افسانے، نام نہاد "آرٹ" کے رسالے، صنفی مسائل پر نہایت گندی کتابیں، اور برتھ کنٹرول کی معلومات فراہم کرنے والے مضامین۔ یہ ہیں وہ چیزیں جو عنفوان شباب میں مدرسوں اور کالجوں کے طالبین وطالبات کے لیے سب سے زیادہ جالب نظر ہوتی ہیں۔ مشہور امریکن مصنف Hendrich Van Loon) کہتا ہے کہ "یہ لٹریچر جس کی سب سے زیادہ مانگ امریکن یونیورسٹیوں میں ہے 'گندگی' فحش اور بیہودگی کا بدترین مجموعہ ہے جو کسی زمانہ میں اس قدر آزادی کے ساتھ پبلک میں پیش نہیں کیا گیا۔" پھر دونوں صنفوں کے نوجوان آپس میں صنفیات پر نہایت آزادی اور بیباکی سے مباحثے کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد عملی تجربات کی طرف قدم بڑھایا جاتا ہے۔ لڑکے اور لڑکیاں مل کر Petting parties کے لیے نکلتے ہیں جن میں شراب اور سگرٹ کا استعمال خوب آزادی سے ہوتا ہے اور ناچ رنگ سے پورا لطف اٹھایا جاتا ہے۔[1] لنڈسے کا اندازہ ہے کہ ہائی اسکول کی کم از کم ۴۵ فی صدی لڑکیاں مدرسہ چھوڑنے سے پہلے خراب ہوچکتی ہیں اور بعد کے تعلیمی مدارج میں اوسطاً اس سے بہت زیادہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:-

"لڑکیاں خود اس چیز کے لیے ان لڑکوں سے اصرار کرتی ہیں جن کے ساتھ وہ (تفریحی مشاغل کے لیے) جاتی ہیں، اور اس قسم کے ہیجانات کی طلب میں ایک پر فریب طریقے سے وہ اتنی ہی دراز دست (Aggressive) ہوتی ہیں جتنے خود لڑکے ہوتے ہیں۔[2]

---

[1] How I can get married P. 172

[2] Revolt of Modern Youth. P. 57

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسری جگہ لکھتا ہے کہ :-

"ہائی اسکول کا لڑکا بمقابلہ ہائی اسکول کی لڑکی کے اظہار جذبات کی شدت میں بہت پیچھے رہ جاتا ہے۔ عموماً لڑکی ہی پیش قدمی کرتی ہے، خواہ وہ کسی قسم کی ہو، اور لڑکا اس کے اشاروں پر ناچتا ہے۔" ؎

تین زبردست محرکات | مدرسے اور کالج میں پھر بھی ایک قسم کا ڈسپلن ہوتا ہے جو کسی نہ کسی حد تک آزادی عمل میں رکاوٹ پیدا کر دیتا ہے۔ لیکن یہ نوجوان جب تعلیمگاہوں سے مشتعل جذبات، بگڑی ہوئی عادات اور ایک ... اسی شہوانی ماحول میں پرورش کیا ہوا نظریۂ حیات لے کر زندگی کے وسیع تر عملی میدان میں قدم رکھتے ہیں تو ان کی شورش تمام حدود و قیود سے آزاد ہو جاتی ہے۔ یہاں ان کے جذبات کو بھڑکانے کے لیے ایک پورا آتش خانہ موجود ہوتا ہے اور ان بھڑکے ہوئے جذبات کی تسکین کے لیے ہر قسم کا سامان بھی کسی وقت کے بغیر فراہم ہو جاتا ہے۔

ایک امریکن رسالے میں ان اسباب کو جن کی وجہ سے وہاں بداخلاقی کی غیر معمولی اشاعت ہو رہی ہے، اس طرح بیان کیا گیا ہے:-

"تین شیطانی قوتیں ہیں جن کی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھا گئی ہے اور یہ تینوں ایک جہنم کی تخلیق کر رہی ہیں۔ فحش لٹریچر جو جنگ عظیم کے بعد سے حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرت اشاعت میں بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ متحرک تصویریں جو شہوانی محبت کے جذبات کو نہ صرف بھڑکاتی ہیں بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں۔ عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار جو ان کے لباس اور بسا اوقات ان کی برہنگی، اور سگریٹ کے روز افزوں استعمال اور مردوں کے ساتھ ان کے ہر قید و امتیاز سے نا آشنا اختلاط

؎ Revolt of Modern Yuoth. P. 55

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تین چیزیں ہمارے ہاں بڑھتی چلی جا رہی ہیں اور ان کا نتیجہ بھی تہذیب و معاشرت کا زوال اور آخر کار کامل تباہی ہے۔ اگر ان کو نہ روکا گیا تو ہماری تاریخ بھی روم اور ان دوسری قوموں کے مماثل ہو گی جن کو یہی نفس پرستی اور شہوانیت ان کی شراب اور عورتوں اور ناچ رنگ سمیت فنا کے گھاٹ اتار چکی ہے۔

یہ تین اسباب جو تمدن و معاشرت کی پوری فضا پر چھائے ہوئے ہیں ہر اس جوان مرد اور جوان عورت کے جذبات میں ایک دائمی تحریک پیدا کرتے رہتے ہیں جس کے جسم میں تھوڑا سا بھی گرم خون موجود ہے۔ فواحش کی کثرت، اس تحریک کا لازمی نتیجہ ہے۔

فواحش کی کثرت | جن عورتوں نے زناکاری کو مستقل پیشہ بنا لیا ہے ان کی تعداد کا کم سے کم اندازہ چار اور پانچ لاکھ کے درمیان ہے[1]۔ یہ شیطان کی باضابطہ فوج ہے۔ مگر امریکہ کی رنڈی کو ہندوستان کی رنڈی پر قیاس نہ کیجیے۔ وہ خاندانی رنڈی نہیں ہے بلکہ وہ ایک ایسی عورت ہے جو کل تک کوئی آزاد پیشہ کرتی تھی۔ بری صحبت میں خراب ہو گئی اور قحبہ خانے میں آن بیٹھی۔ چند سال یہاں گذارے گی۔ پھر اس کام کو چھوڑ کر کسی دفتر یا کارخانہ میں ملازم ہو جائے گی۔ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ امریکہ کی ۵۰ فی صدی رنڈیاں خانگی ملازموں (Domestic servants) میں سے بھرتی ہوتی ہیں اور باقی پچاس فی صدی ہسپتالوں دفتروں اور دوکانوں کی ملازمتیں چھوڑ کر آتی ہیں۔ عموماً پندرہ اور بیس سال کے درمیان عمر میں یہ پیشہ شروع کیا جاتا ہے اور پچیس تیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد وہ عورت جو کل تک رنڈی تھی قحبہ خانے سے منتقل ہو کر کسی دوسرے آزاد پیشے میں چلی جاتی ہے[2]۔ اس سے اندازہ کیا

---

[1] Prostitution in the United States P. 38
[2] Prostitution in the United States. P. 64-69

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جا سکتا ہے کہ امریکہ میں چار پانچ لاکھ رنڈیوں کی موجودگی درحقیقت کیا معنی رکھتی ہے۔

قحبہ خانوں کے علاوہ بکثرت Assignation Houses اور Call Houses ہیں، جو اس غرض کے لیے آراستہ رکھے جاتے ہیں کہ "شریف" اصحاب اور خواتین جب باہم ملاقات فرمانا چاہیں تو وہاں ان کی ملاقات کا انتظام کر دیا جائے۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ایک شہر میں ایسے ۷۸ مکان تھے۔ ایک دوسرے شہر میں ۴۳۔ ایک اور شہر میں ۳۳[1] ان مکانوں میں صرف بن بیاہی خواتین ہی نہیں جاتیں بلکہ بہت سی بیاہی ہوئی خواتین کا بھی وہاں گذر ہوتا رہتا ہے[2]۔ ایک مشہور ریفارمر کا بیان ہے کہ "نیویارک کی شادی شدہ آبادی کا پورا ایک تہائی حصہ ایسا ہے جو اخلاقی اور جسمانی حیثیت سے اپنی ازدواجی ذمہ داریوں میں وفادار نہیں ہے۔ اور نیویارک کی حالت ملک کے دوسرے حصوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں[3]"۔

امریکہ کے مصلحین اخلاق کی ایک مجلس (Committee of fourteen) کے نام سے مشہور ہے۔ اس مجلس کی طرف سے بد اخلاقی کے مرکزوں کی تلاش اور ملک کی اخلاقی حالت کی تحقیقات اور اصلاح اخلاق کی عملی تدابیر کا کام بڑے پیمانے پر کیا جاتا ہے۔ اس کی رپورٹوں میں بیان کیا گیا ہے کہ امریکہ کے جتنے رقص خانے، نائٹ کلب، Beauty Saloons، Massage اور Manicure - Shops، Hair Dressing ہیں قریب قریب سب کے سب باقاعدہ قحبہ خانے بن چکے ہیں، بلکہ ان سے بدتر

---

[1] Prostitution in the United States. P. 138 - 39

[2] Ibid. P. 96

[3] Herself. by Dr. Lowrey. P. 116

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیونکہ وہاں ناقابلِ بیان افعال کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

امراضِ خبیثہ فواحش کی اس کثرت کا لازمی نتیجہ امراضِ خبیثہ کی کثرت ہے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ امریکہ کی قریب قریب ۹۰ فی صدی آبادی ان امراض سے متاثر ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے سرکاری دواخانوں میں اوسطاً ہر سال آتشک کے ۲ لاکھ اور سوزاک کے ایک لاکھ ۶۰ ہزار مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ ۶۵۰ دواخانے صرف انہی امراض کے لیے مخصوص ہیں۔ مگر سرکاری دواخانوں سے زیادہ مرجوعہ پرائیویٹ ڈاکٹروں کا ہے جن کے پاس آتشک کے ۶۱ فی صدی اور سوزاک کے ۸۹ فی صدی مریض جاتے ہیں (ملاحظہ ہو جلد ۲۳ صفحہ ۴۵) تیس اور چالیس ہزار کے درمیان بچوں کی اموات صرف موروثی آتشک کی بدولت ہوتی ہیں۔ دق کے سوا بقیہ تمام امراض سے جتنی موتیں واقع ہوتی ہیں ان سب سے زیادہ تعداد ان اموات کی ہے جو صرف آتشک کی بدولت ہوتی ہیں۔ سوزاک کے متعلق ماہرین کا کم سے کم تخمینہ یہ ہے کہ ۶۰ فی صدی جوان اشخاص اس مرض میں مبتلا ہیں، جن میں شادی شدہ بھی ہیں اور غیر شادی شدہ بھی۔ امراضِ نسوان کے ماہرین کا متفقہ بیان یہ ہے کہ شادی شدہ عورتوں کے اعضائے تناسلی پر جتنے آپریشن کئے جاتے ہیں ان میں سے ۷۵ فی صدی ایسی نکلتی ہیں جن میں سوزاک کا اثر پایا جاتا ہے۔ [1]

طلاق اور تفریق ایسے حالات میں خاندان کا نظم اور ازدواج کا مقدس رابطہ قائم رہنا قریب قریب ناممکن ہے۔ آزادی کے ساتھ اپنی روزی کمانے والی عورتیں جن کو شہوانی ضروریات کے سوا اپنی زندگی کے کسی شعبہ میں بھی مرد کی ضرورت نہیں ہے، اور جن کو شادی کے بغیر آسانی کے ساتھ مردِ دل بھی مل سکتے ہیں، شادی کو ایک فضول چیز سمجھتی ہیں۔ جدید فلسفہ اور مادہ پرستانہ خیالات

---

[1] Laws of Sex. P. 204

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے ان کے وجدان سے یہ احساس بھی دور کر دیا ہے کہ شادی کیے بغیر کسی شخص سے تعلقات رکھنا کوئی عیب یا گناہ ہے۔ سوسائٹی کو بھی اس ماحول نے اس قدر بے حس بنا دیا ہے کہ وہ ایسی عورتوں کو قابل نفرت یا ملامت نہیں سمجھتی۔ جج لنڈ سے امریکہ کی عام لڑکیوں کے خیالات کی ترجمانی ان الفاظ میں کرتا ہے:-

"میں شادی کیوں کروں۔ میرے ساتھ کی جن لڑکیوں نے گذشتہ دو سال میں شادیاں کی ہیں۔ ہر دس میں سے پانچ کی شادی کا انجام طلاق پر ہوا۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس زمانہ کی ہر لڑکی محبت کے معاملہ میں آزادی عمل کا فطری حق رکھتی ہے۔ ہم کو منع حمل کی کافی تدبیریں معلوم ہیں۔ اس ذریعہ سے یہ خطرہ بھی دور کیا جا سکتا ہے کہ ایک حرامی بچے کی پیدائش کوئی پیچیدہ صورت حال پیدا کر دے گی۔ ہم کو یقین ہے کہ روایتی طریقوں کو اس جدید طریقہ سے بدل دینا کامن سنس کا مقتضا ہے"

ان خیالات کی بے شرم عورتوں کو اگر کوئی چیز شادی پر آمادہ کرتی ہے تو وہ صرف جذبۂ محبت ہے لیکن اکثر یہ جذبہ بھی دل اور روح کی گہرائی میں نہیں ہوتا، بلکہ محض ایک عارضی کشش کا نتیجہ ہوتا ہے۔ خواہشات کا نشہ اتر جانے کے بعد زوجین میں کوئی الفت باقی نہیں رہتی مزاج اور عادات کی ادنیٰ ناموافقت ان کے درمیان منافرت پیدا کر دیتی ہے۔ آخر کار عدالت میں طلاق یا تفریق کا دعویٰ پیش ہو جاتا ہے۔ لنڈسے لکھتا ہے کہ۔

"سنہ ۱۹۲۲ء میں ڈنور میں ہر شادی کے ساتھ ایک واقعہ تفریق کا پیش آیا۔ اور ہر دو شادیوں کے مقابلہ میں ایک مقدمہ طلاق کا پیش ہوا۔ یہ حالت محض ڈنور ہی کی نہیں ہے۔ امریکہ کے تقریباً تمام شہروں کی قریب قریب یہی حالت ہے۔"

پھر وہ کہتا ہے کہ:-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"طلاق اور تفریق کے واقعات بڑھتے جا رہے ہیں اور اگر یہی حالت رہی جیسی کہ امید ہے، تو غالباً ملک کے اکثر حصوں میں جتنے شادی کے لائسنس دیے جائیں گے اتنے ہی طلاق کے مقدمے پیش ہوں گے"[1]

کچھ عرصہ ہوا کہ Detrcit کے اخبار (Free Press) میں ان حالات پر ایک مضمون شائع ہوا تھا جس کا ایک فقرہ یہ ہے۔

"نکاحوں کی کمی، طلاقوں کی زیادتی، اور نکاح کے بغیر مستقل یا عارضی ناجائز تعلقات کی کثرت یہ معنی رکھتی ہے کہ ہم حیوانیت کی طرف واپس جا رہے ہیں، بچے پیدا کرنے کی فطری خواہش مٹ رہی ہے، پیدا شدہ بچوں سے غفلت کی جا رہی ہے، اور اس امر کا احساس رخصت ہو رہا ہے کہ خاندان اور گھر کی تعمیر، تہذیب اور آزاد حکومت کے بقا کے لیے ضروری ہے، بلکہ اس کے برعکس تہذیب اور حکومت کے انجام سے ایک بے دردانہ بے اعتنائی پیدا ہو رہی ہے۔"

طلاق و تفریق کی اس کثرت کا علاج اب یہ نکالا گیا ہے کہ Companionate marriage یعنی "آزمائشی نکاح" کو رواج دیا جائے۔ مگر یہ علاج اصل مرض سے بھی بدتر ہے آزمائشی نکاح کے معنی یہ ہیں کہ مرد اور عورت "پرانے فیشن" کی شادی کیے بغیر کچھ عرصہ تک باہم مل کر رہیں۔ اگر اس یکجائی میں دل سے دل مل جائے تو شادی کر لیں۔ ورنہ دونوں الگ ہو کر کہیں اور قسمت آزمائی کریں۔ دوران آزمائش میں دونوں کو اولاد پیدا کرنے سے پرہیز کرنا لازم ہے، کیونکہ بچے کی پیدائش کے بعد ان کو باضابطہ نکاح کرنا پڑے گا۔ یہ وہی چیز ہے جس کا نام روس میں آزاد محبت (Free love) ہے۔

[1] Revolt of Modern Yuoth. P. 211-14

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قومی خودکشی نفس پرستی، ازدواجی ذمہ داریوں سے نفرت، خاندانی زندگی سے بیزاری، اور ازدواجی تعلقات کی ناپائیداری۔ یہ وہ چیزیں ہیں جنہوں نے عورت کے دل سے اُس جذبۂ مادری کو فنا کر دیا ہے جو نسوانی جذبات میں سب سے زیادہ اشرف و اعلیٰ روحانی جذبہ ہے، اور جس کے بقا پر نہ صرف تمدن و تہذیب بلکہ انسانیت کے بقا کا انحصار ہے۔ برتھ کنٹرول، اسقاط حمل اور قتل اطفال اسی جذبہ کی موت سے پیدا ہوئے ہیں۔ برتھ کنٹرول کی معلومات ہر قسم کی قانونی پابندیوں کے باوجود ممالک متحدہ امریکہ میں ہر جوان لڑکی اور لڑکے کو حاصل ہیں۔ منع حمل کا سامان بھی آزادی کے ساتھ دوکانوں پر فروخت ہوتا ہے۔ عام آزاد عورتیں تو درکنار مدرسوں اور کالجوں کی لڑکیاں بھی اس سامان کو ہمیشہ اپنے پاس رکھتی ہیں، تاکہ اگر ان کا دوست اتفاقاً اپنا سامان بھول آئے تو ایک پر لطف شام ضائع نہ ہونے پائے۔ جج لنڈسے لکھتا ہے :-

"ہائی اسکول کی عمر والی ۴۹۵ لڑکیاں جنہوں نے خود مجھ سے اقرار کیا کہ انکو لڑکوں سے صنفی تعلقات کا تجربہ ہو چکا ہے، ان میں سے صرف ۲۵ ایسی تھیں جن کو حمل ٹھیر گیا تھا۔ ان میں سے بعض تو اتفاقاً بچ گئی تھیں لیکن اکثر کو منع حمل کی موثر تدابیر کا کافی علم تھا۔ یہ واقفیت ان میں اتنی عام ہو چکی ہے کہ لوگوں کو اس کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔"[1]

کنواری لڑکیاں ان تدابیر کو اس لیے استعمال کرتی ہیں کہ ان کا عیب چھپا رہے۔ شادی شدہ عورتیں اس لیے ان سے استفادہ کرتی ہیں کہ بچہ کی پیدائش سے نہ صرف ان پر تربیت اور تعلیم کا بار پڑ جاتا ہے، بلکہ شوہر کو طلاق دینے کی آزادی میں بھی رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے اور تمام عورتیں اس لیے ماں بننے سے نفرت کرنے لگی ہیں کہ زندگی کا پورا پورا لطف اٹھانے کے لیے

[1] Revolt of Modern Yuoth. P. 64

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کو اس جنجال سے بچنے کی ضرورت ہے۔ نیز اس لیے بھی کہ ان کے نزدیک بچے جننے سے ان کے حسن میں فرق آجاتا ہے[۱]۔ بہر حال اسباب خواہ کچھ بھی ہوں۔ ۹۵ فی صدی تعلقات مرد و زن ایسے ہیں جن میں اس تعلق کے فطری نتیجے کو منع حمل کی تدبیروں سے روک دیا جاتا ہے۔ باقی ماندہ پانچ فی صدی حوادث جن میں اتفاقاً حمل قرار پا جاتا ہے، ان کے لیے اسقاط اور قتل اطفال کی تدبیریں موجود ہیں۔ جج لنڈسے کا بیان ہے کہ امریکہ میں ہر سال کم از کم ۱۵ لاکھ حمل ساقط کیے جاتے ہیں۔ اور ہزار ہا بچے پیدا ہوتے ہی قتل کر دیے جاتے ہیں[۲]۔

روس کی مثال یہ ہیں اس نظام معاشرت کے ثمرات جو مساوات مرد و زن، اور عورتوں کے معاشی استقلال، اور حریت نسوان کی تثلیث پر تعمیر کیا گیا ہے۔ ہم نے صرف امریکہ کے حالات پر ایک سرسری نظر ڈالی ہے لیکن کم و بیش یہی حال ان تمام ممالک کا ہے جنہوں نے ان اصول ثلاثہ پر اپنی معاشرت کی تنظیم کی ہے، خواہ وہ انگلستان ہو یا فرانس، یا جرمنی بلکہ ان سب سے زیادہ بدتر اخلاقی حالت روس کی ہے کیونکہ وہاں اس نظام معاشرت کی پشت پر ایک انتہا درجہ کا مادہ پرستانہ فلسفہ بھی موجود ہے جس نے تمام ان اخلاقی معیاروں کا خاتمہ کر دیا ہے جن پر ابتدائے آفرینش سے لیکر اب تک انسانی تہذیب و شرافت کی بنیاد قائم تھی۔ امریکہ اور یورپ ابھی تک برائے نام مسیحی ہیں اور مسیحی اخلاقیات کا کچھ نہ کچھ اثر وہاں موجود ہے۔ مگر روس اس جوئے کو بھی اتار کر کمیونسٹ ہو چکا ہے۔ ایک پکا کمیونسٹ مادیت کے سوا کسی مذہب یا کسی اخلاقی فلسفہ کا قائل نہیں، اور مادیت کی نگاہ میں اخلاق کوئی چیز نہیں۔ اخلاقی تصورات محض وہم ہیں جن کو بورژوا طبقہ نے اختراع کر لیا ہے۔ طبعی خواہشات اور ان کو پورا کرنے کے طبعی وسائل

---

[۱] Manhood and Marriage. by Macfaddan. P 82

[۲] Revolt of M... ern Youth. P. 220

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک مادی حقیقت ہیں، اور ایک مادی حقیقت کو اپنے طبیعی ڈھنگ پر ہی ظاہر ہونا چاہیے۔ اس جدید فلسفہ نے روس میں جو نیا اخلاقی (درحقیقت غیر اخلاقی) نظریہ پیدا کیا ہے اس کا نتیجہ آزاد محبت (Free Love) کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ یعنی مرد اور عورت کے شہوانی تعلق میں قریب قریب وہی آزادی جو حیوانات کو حاصل ہے۔ لڑکیاں اور لڑکے بہائم کی طرح آزادی سے ساتھ ملیں۔ اگر چاہیں تو اپنے اس تعلق کو باضابطہ درج رجسٹر کرالیں، اور جب دل بھر جائے تین روبل (تقریباً ۴ آنہ) فیس داخل کرکے Zags office سے علیحدگی کا پروانہ حاصل کرلیں نکاح اور سفاح میں درحقیقت کوئی قانونی یا اخلاقی امتیاز نہیں، نہ ایک حلالی بچہ کسی حیثیت سے حرامی بچے سے ممتاز ہے۔

راستہ کدھر جا رہا ہے | یہ آخری منزل ہے اس سفر کی جس کا آغاز محض منہ اور ہاتھ کھولنے کی "شرعی" اجازت سے کیا جا رہا ہے۔ اسلام میں آزادی کی جو آخری حد ہے، وہ اس سفر کا پہلا قدم ہے، اور اس کا آخری قدم دوزخ کے دروازے پر ہے۔ آزادی نسواں کے حامی یہ سب کچھ سن کر ضرور کہیں گے کہ حاشا و کلا، ہم اس حد تک جانے کا ہرگز ارادہ نہیں رکھتے۔ مگر ہم کہتے ہیں آپ ارادہ فرمائیں یا نہ فرمائیں، جس ٹرین پر آپ سوار ہو رہے ہیں وہ تو اسی طرف جا رہی ہے اور آخری منزل تک پہنچے بغیر نہ رکے گی۔ انیسویں صدی میں یورپ کے جن مفکرین نے اس تحریک کو جاری کیا تھا ان کے بھی حاشیہ خیال میں نہ تھا کہ یہ ٹرین اس منزل تک جائے گی۔ وہ سب اپنے مذہب کے بلند اخلاقی معیارات کو مانتے تھے اور ان کا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ ان کی سوسائٹی اخلاقی پستی کے اس جہنم میں اتر جائے۔ لیکن انسانی فطرت کی اہم حقیقتوں کو نظر انداز کرکے جس غیر متوازن طرز معاشرت کی انہوں نے بنا ڈالی تھی اس کا طبعی انجام یہی تھا، اور اب اس انجام کو دیکھ لینے کے بعد جو لوگ اس راستہ پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چلیں گے وہ بھی خواہ کتنے ہی معصوم ارادوں کے ساتھ چلیں، آخر کار اسی انجام تک پہنچ کر رہیں گے۔ گذشتہ تیس چالیس سال کے اندر مغرب کی اس اندھی تقلید کے طفیل سے ابتدائی مراحل تو آپ طے کر چکے ہیں۔ آپ کی سوسائٹی میں بھی ایک اچھا خاصا ہیجان انگیز ماحول تیار ہو چکا ہے آپ کے پریس بدترین قسم کا فحش لٹریچر شائع کر رہے ہیں جس کو آپ کی نوجوان نسلیں شوق سے پڑھ رہی ہیں۔ عریاں تصویریں اور آبرو باختہ عورتوں کی شبیہیں ہر جوان لڑکے اور لڑکی تک پہنچتی ہیں۔ آپ کے گھروں میں گراموفون پر نہایت رکیک اور گندے بازاری گیت بج رہے ہیں۔ سینما میں روزانہ فحش کاری کا سبق دیا جا رہا ہے جہاں سے ہر جوان دل اپنے اندر عشق اور رومان کا بے چین دلولہ لے کر آتا ہے۔ آپ کی خواتین کے لباس میں آہستہ آہستہ عریانی بڑھ رہی ہے۔ "سوشل لائف" میں عملی حصہ لینے کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ہے۔ معاشی استقلال کا سبق بھی ان کو دیا جا رہا ہے۔ سیاسی اور اجتماعی سرگرمیوں کی طرف ان کے دل للچا رہے ہیں۔ آپ کی خواتین اپنی ہر ادا سے ظاہر کر رہی ہیں کہ گھر کی چار دیواری سے نکل آنے کے لیے ان کے دل بے تاب ہیں۔ بہت سی خواتین اپنی فرنگی بہنوں کی طرح باہر آ چکی ہیں، اور جو نہیں آئی ہیں ان کے دل سے بھی حجاب اٹھتا جا رہا ہے۔ پردے میں رہنے کے باوجود اپنی زینت اور اپنے حسن کو مردوں کے سامنے ظاہر کر دینے کا کوئی امکانی موقع ہاتھ سے نہیں دیا جاتا۔ یہ سب آثار شہادت دے رہے ہیں کہ آپ کی ٹرین بھی اسی منزل مقصود کی طرف چل پڑی ہے جس کی طرف امریکہ اور یورپ کی ٹرین جا چکی ہے۔ پھر جب یہ آپ کا راستہ ہے اور اس راستہ کی وہ منزل مقصود ہے، تو آپ اس کے لیے قرآن و حدیث سے پروانہ راہداری حاصل کرنے کی سعی کیوں فرماتے ہیں۔ جو قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا تھا وہ تو اس راستہ پر ایک قدم بھی آپ کی رہنمائی نہیں کر سکتا۔ جو حدیث نبی عربی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے اس کو ساتھ لے کر تو آپ اس راستہ کی طرف بڑھنے کا ارادہ بھی نہیں کر سکتے۔ اگر آپ کو اسی طرف جانا ہے تو ایک دوسرا قرآن تصنیف کرنا ہوگا۔ ایک نیا مجموعۂ احادیث وضع کرنا ہوگا۔ لیکن یہ تکلیف آخر آپ کیوں اٹھائیں۔ آسمان مغرب سے جو وحی نازل ہو رہی ہے کیا وہ کافی نہیں؟ (باقی)

مراۃ المثنوی

مرتبہٗ

جناب قاضی تلمذ حسین صاحب ایم اے رکن دارالترجمہ

مثنوی مولانا روم کا بہترین ایڈیشن جس میں مثنوی شریف کے منتشر مضامین کو ایک سلسلہ کے ساتھ اس طور پر مرتب کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا مولانا کے مدعا اور ان کی تعلیم کو بڑی آسانی سے سمجھتا چلا جاتا ہے کئی انڈکس اور فہرستیں بھی ہیں جنکی مدد سے آپ حسب منشاء جو شعر چاہیں نکال سکتے ہیں۔ ایک بسیط فرہنگ بھی ملحق ہے۔ غرض یہ کہ اس کتاب نے مثنوی شریف سے فائدہ اٹھانیکے لیئے ایسی سہولت مہیا کر دی ہے کہ ایک شخص بڑی آسانی سے کتاب کے مطالب پر عبور حاصل کر سکتا ہے

کاغذ کتابت طباعت بہترین جلد نہایت اعلیٰ قیمت عہ سکہ انگریزی لعہ سکہ عثمانیہ

دفتر ترجمان القرآن سے طلب کیجئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطبوعات

طلوع اسلام | ماہوار رسالہ۔ زیر ادارت جناب سید نذیر نیازی صاحب چندہ سالانہ ۵ ۔ نمبر ۲۵ میکلوڈ روڈ۔ لاہور۔

اردو زبان کی صحافت میں طلوع اسلام کے اجراء سے ایک بلند پایہ رسالہ کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ اُن تنوع پسند رسالوں میں سے نہیں ہے جن میں ہر رطب و یابس کو جمع کر دیا جاتا ہے بلکہ اس کا ایک خاص دائرۂ بحث اور ایک مخصوص خط مشی ہے جس کی پوری پابندی کی جاتی ہے۔ اس کا خاص موضوع عمرانیات ہے جو سیاسیات، معاشیات، تمدن و معاشرت اور تاریخ پر حاوی ہے۔ اس کی پالیسی عمرانی مسائل میں اسلامی نقطہ نظر کی نمایندگی ہے جس کی وجہ سے اس کی اہمیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ سید نذیر نیازی صاحب جامعہ ملیہ اسلامیہ کی بہترین پیداوار میں سے ہیں اور ان سے ہم امید کرتے ہیں کہ یہ رسالہ ان کی ادارت میں اپنے مقصد کو باحسن وجوہ پورا کرے گا۔ ترتیب اور مضامین کے انتخاب میں ابھی بہت کچھ اصلاح و ترقی کی ضرورت ہے، خصوصاً جو بلند مقصد ان کے پیش نظر ہے۔ وہ ایسے مضامین چاہتا ہے جو زیادہ تحقیق اور زیادہ غور و فکر کے بعد لکھے جائیں۔ عمرانیات پر معلومات فراہم کرنا اور رائج الوقت نظریات کی ترجمانی کر دینا آسان تر ہے۔ مگر عمرانی مسائل میں اسلام کے نقطۂ نظر کو سمجھنا اور عمرانیات کو اسلامی سانچے میں ڈھال دینا بڑی وقت نظر اور اجتہادی قوت چاہتا ہے۔ یہ کام بغیر اس کے نہیں ہو سکتا کہ ایک طرف حکمت اسلامی اور اسرار شریعت پر گہری نظر ہو اور دوسری طرف عمرانیات

© rasailojaraid.com